اس کی تفسیر میں سلف سے متعدد اقوال منقول ہیں:

۱۔ یہاں دشمنی سے مراد آدم وحواء اور ابلیس اور سانپ کے درمیان ہے۔

۲۔ آدم اور اس کی اولاد اور ابلیس اور اس کی اولاد

۳۔ ابلیس اور آدم کے مابین مراد ہے۔

ان روایات کی توجیہ میں امام طبری فرماتے ہیں: ابلیس کی دشمنی آدم اور اس کی اولاد کے ساتھ ابلیس کا آدم کے ساتھ حسد کرنا اور اللہ کا حکم ماننے سے تکبر کرنا ہے۔ آدم اور اس کی مؤمن اولاد کی دشمنی ابلیس کے ساتھ اس کے کفر اور نافرمانی کی وجہ سے ہوئی اور آدم اور اس کی اولاد اور سانپ کی دشمنی آدم کو بہکانے میں سانپ کا ابلیس کے ساتھ مدد کرنے کی وجہ سے ہے۔(الطبری)

﴿ولکم فی الارض مستقر ومتاع الی حین﴾ (فی الارض) یعنی زمین جس کی طرف تمہیں اتارا جارہا ہے(مستقر) استقرار ٹھہرنا سے قرارگاہ، ٹھکانے کو کہا جاتا ہے۔ بعض سلف فرماتے ہیں اس کا مفہوم اللہ کے دوسرے فرامین کی طرح ہے:(جعل لکم الأرض قرارا)(الذی جعل لکم الارض فراشا) یعنی اللہ نے زمین کو تمہارے لئے بچھونا اور قرار کی جگہ بنایا ہے۔ (ومتاع الی حین)(متاع) کلام عرب میں ہر اس فائدے کو کہا جاتا ہے جس سے انسان مستفید ہو، خواہ اس کا تعلق معاش سے ہو یا کپڑوں سے یا لذت اور زینت سے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس زمین سے انسانی ضروریات کی ہر چیز نکالی ہے بلکہ اس کو مردوں کے لئے بھی جائے قرار بنایا ہے۔(الطبری)

(الی حین)(حین) مطلق وقت کو کہا جاتا ہے لیکن اگر مستقر سے دنیا میں ٹھہرنا مراد ہے تو (حین) سے موت مراد ہے، اگر (مستقر) سے قبر مراد ہو تو (الی حین سے قیامت تک کا زمانہ مراد ہے۔ سلف سے یہ دونوں رائے منقول ہیں۔ واللہ اعلم

امام قرطبی نے لفظ (حین) کے مختلف قرآنی استعمالات اور اطلاقات کے ساتھ فقہی مسائل بھی ذکر فرمائے ہیں۔(القرطبی)

❁❁❁❁❁❁

ریڑھ کی ہڈی ریڑھ کی ہڈی 33 ہڈیوں سے مرکب ہوتا ہے جو کھوپڑی سے لے کر سرین تک ہوتا ہے۔

یہ انسان کے اعصابی نظام کی حفاظت کرتا ہے جو ریڑھ کی ہڈیوں کے جوڑوں کے اندرونی حصے میں ہوتا ہے جسے اردو میں حرام مغز کہتے ہیں۔ یہ جوڑ مضبوطی اور سختی کے ساتھ ساتھ لچک دار ہوتے ہیں جو گھومتے یا جھکتے وقت سر اور جسم کو سہارا دیتے ہیں۔ ریڑھ کی ہڈی میں دو خم ہوتے ہیں، یہ پہلو کی طرف سے s کی طرح لگتے ہیں۔

سینے کا حفاظتی پنجر ریڑھ کی ہڈی کی بالائی جانب 12 ہڈیوں پر مشتمل ہوتا ہے۔

درس حدیث:

حق شفعہ کا بیان

ثناء اللہ عبدالرحیم

عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما قال: ''قضی النبی ﷺ بالشفعة فی کل مالم یقسم فاذا وقعت الحدود وصرفت الطرق فلاشفعة'' (صحیح البخاری کتاب الشرکة حدیث ۲۲۵۷، کتاب الحیل، مسند احمد ۳/۲۷۲)

''حضرت جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہر اس چیز میں شفعہ کا فیصلہ دیا ہے جو تقسیم نہ ہوئی ہو، مگر جب حد بندی واقع ہو جائے اور راستے الگ ہو جائیں تو پھر شفعہ نہیں ہے''

تشریح: الشفعة لغت میں شفع سے ماخوذ ہے اس کے معنی جوڑا کے ہیں، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد الزیادۃ ہے اور یہ بھی مراد لیا گیا ہے کہ یہ اعانہ سے ہے۔ (فتح الباری ۴/۴۳۶، سبل السلام ۳/۷۸، نیل الاوطار ۵/۳۱۷)

شفعہ کی اصطلاحی تعریف: (انتقال حصة الی شریک کانت انتقلت الی اجنبی بمثل العوض المسمی) ''کسی شریک کے حصہ کو اس کے شریک کی طرف مقرر معاوضہ کے بدلہ میں منتقل کرنا جو شریک کے بجائے کسی دوسرے اجنبی کی طرف منتقل ہوا تھا'' (فتح الباری ۴/۴۳۶، سبل السلام ۳/۷۸، نیل الاوطار ۵/۳۷۷)

فاذا وقعت الحدود: اس کے معنی ہیں اذا بینت مصارف الطرق وشوارعها ''یعنی جب حد بندی واقع ہو جائے مالک خریدار کو حصہ تقسیم کر کے دے دے حدود متعین ہو جائے اور بذریعہ تقسیم ہر ایک کا حصہ نمایاں وظاہر ہو جائے''

وصرفت الطرق: صرفت مخفف اور مشدد دونوں استعمال ہے یعنی راستے اس طرح بنائے کہ ہر ایک کا حصہ حاصل ہو جائے اور راستہ دونوں کا مختلف اور الگ ہو جائے۔

فلاشفعة: پس شفعہ نہیں، اس لئے کہ تقسیم کے بعد وہ ایک دوسرے سے صرف ہمسائیگی اور مجاورت کا حق رکھتا ہے شریک نہیں۔

شفعہ کے متعلق بعض احکام ومسائل

(1) شفعہ کی مشروعیت دین اسلام میں ثابت ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے اس کا فیصلہ دیا ہے۔ اکثر فقہاء نے حق شفعہ کو قیاس کے خلاف گردانا ہے کیونکہ یہ کرھا و جبرا حاصل کیا جاتا ہے اور اس لیے بھی کہ تکلیف اور اذیت دوسرے شخص کو ضرر اور نقصان دیکر ہٹائی نہیں جاتی ۔(سبل السلام٨/٧٨)

امام امیر صنعانی فرماتے ہیں. وقیل خالفت هذاالقياس و وافقت قياسات اخر يدفع فيها ضرر الغير بضرر الآخر ثم يؤخذ حقه كرها كبيع الحاكم عن المتمرد و المفلس ''یہ بھی کہا گیا ہے کہ شفعہ کا حق مذکورہ قیاس کا اگر چہ مخالف ہے لیکن دوسرے قیاسات کے موافق ہیں جیسے کسی انسان کی تکلیف دوسرے کو ضرر دیکر بھی اٹھائی جاتی ہے پھر اس کا حق کرھاً لیا جاتا ہے جیسا کہ حاکم ایک ظالم، سرکش آدمی اور مفلس آدمی کے خرید وفروخت کو خود کرتا ہے'' (سبل السلام٣/٧٨)

(2) کیا شفعہ کا حق ہر چیز میں ہے؟

تمام علماء کا اتفاق ہے کہ شفعہ غیر منقول چیزوں میں ہے مثلاً (گھر، زمین وغیرہ)(سبل السلام٣/٧٩) لیکن اشیاء منقولات میں شفعہ کا حق ہے یا نہیں؟ اس میں علماء کا اختلاف ہے۔

امام ابن حجر رقمطراز ہیں: وقد تضمن هذا الحديث ثبوت الشفعة فى المشاع وصدره يشعر بثبوتها فى المنقولات وسياقه يشعر باختصاصها بالعقار وبما فيه العقار ''شفعہ کا حق غیر منقسم چیزوں میں ثابت ہے اور اس حدیث کا پہلا حصہ (قضى النبى ﷺ بالشفعه فى كل مالم يقسم) سے منقولہ چیزوں میں بھی شفعہ کا حق ثابت ہوتا ہے جبکہ اس حدیث کا آخری حصہ (فاذا وقعت الحدود وصرفت الطرق فلاشفعة) سے صرف غیر منقولہ چیزوں میں حق شفعہ ثابت کرتا ہے۔(فتح الباری ٤/٤٣٦)

امام مالک کی ایک رائے شفعہ تمام چیزوں میں ہونے پر دلالت کرتی ہے یہی احناف اور امام عطاء بن ابی رباح وغیرہ کا مذہب ہے۔ امام طحاوی کی ایک روایت اس کی تائید کرتی ہے۔

الشیخ صفی الرحمن مبارکپوری رقمطراز ہیں: ''اگر چہ تھوڑے اہل علم کی رائے اس طرف ہے کہ شفعہ ہر چیز (منقولات وغیر منقولات) سب میں ثابت ہے یہ قول دلیل کے اعتبار سے قوی ہے۔ چونکہ جہاں تک ضرر کا تعلق ہے وہ جیسا منقول میں متوقع ہے ویسا ہی غیر منقول میں بھی ہے۔ بہت سے لوگ شریک دوسرے کے مقابلہ میں زیادہ سخی، فراخ، حوصلہ، نرم مزاج اور طبیعت

کے بہت عمدہ ہوتے ہیں اور بہت سے اپنے سے پہلے کے مقابلے میں درشت مزاج اور سخت طبع ہوتے ہیں۔(شرح بلوغ المرام ۲/۵۹۲) امام احمد بن حنبل نے منقولات میں سے صرف حیوانات میں شفعہ ثابت کیا ہے۔

الشیخ ابوبکر جابر الجزائری لکھتے ہیں: ''منقول چیزوں میں شفعہ ثابت نہیں۔ شفعہ زمین، عمارت، باغ وغیرہ میں ہوسکتا ہے اس لیے کہ ان کے علاوہ دیگر چیزوں میں شفعہ کا حق رکھنے والے حصہ دار کو کسی نقصان کا خطرہ نہیں ہے کہ وہ اس سے شفعہ کے ذریعے ختم کرنے کی کوشش کرے۔(منهاج المسلم ٥٤٨)

وہ علماء جنہوں نے شفعہ کو صرف غیر منقولہ چیزوں میں ثابت کیا ہے انہوں نے صحیح مسلم کی اس روایت سے استدلال کیا ہے(ان النبی ﷺ قضی بالشفعة فی کل شرک لم تقسم ربعة أو حائط لايحل له أن يبيع حتى يوذن شريكه)

راجح قول : دلائل اور سبب شفعہ کی طرف دیکھا جائے تو یہ زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ شفعہ ہر اس چیز میں ثابت ہوگا جس میں خرید وفروخت سے دوسرے شریک کو نقصان پہنچتا ہو، جہاں تک ضرر موجود ہوں وہاں دفع ضرر ضروری ہوتا چاہے وہ شے مال منقولہ ہو یا غیر منقولہ۔ خصوصاً اس دور میں شراکت کے لیے نیک اور صالح آدمی کا ملنا دشوار ہورہا ہے لہذا اپنا شریک جس کے ساتھ پہلے سے تعامل جاری ہے اس کے لیے ضرر دینا درست نہیں۔

(3) اگر ایک شریک اپنا حصہ کسی تیسرے آدمی کو فروخت کرتا ہے اور دوسرا شریک اس معاہدہ بیع میں حاضر ہے، یا اسے بیع کا علم ہے اور وہ شفعہ کا مطالبہ نہیں کرتا تو اس کا حق شفعہ ساقط ہوگا۔

کیونکہ حدیث میں ہے (الشفعة لمن واثبها) ''شفعہ کا حق اس شخص کے لئے ہے جو فوری دعوی کرے'' (مصنف عبدالرزاق) اور اسی طرح ایک مرسل حدیث میں ہے (الشفعة كحل العقال) ''شفعہ اونٹ کا بندھن کھولنے کی طرح ہے'' (سنن ابن ماجه) جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ شفعہ کا دعوی کرنے میں تاخیر سے کام لے تو یہ حق خود بخود ختم ہوا۔ لیکن اس حدیث کی سند میں محمد بن عبدالرحمن بیلمانی ہے جو اپنے والد سے ایک نسخہ روایت کرتا ہے جو تمام تر موضوع ہیں لہذا اس سے استدلال درست نہیں۔

بہر حال شفعہ دفع ضرر کے لیے ہے اس صورت میں یہ فوری کارروائی کا تقاضا کرتا ہے کیونکہ کہا جائے گا شفعہ کرنے والے کو اور خریدار کو سودے کے درمیان میں تکلنے کی صورت میں کسی طرح ضرر و نقصان سے بچایا جاسکتا ہے اس لیے یہ بات متعین ہے کہ شفعہ کا دعوی فی الفور کیا جائے۔

مولانا صفی الرحمن مبارکپوری نے شفعه فی الفور کی شرط کو باطل قرار دیا ہے چونکہ اس شرط کے لئے دلیل کی ضرورت

ہے۔ شفعہ فی الفور کی شرط احناف نے لگائی ہے جبکہ محدثین کے نزدیک تاخیر سے حق شفعہ باطل نہیں ہوتا کیونکہ شفعہ کی احادیث مطلق ہیں اس کی تقیید کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں، اگر شریک معاہدہ کے وقت کسی سفر میں ہو تو وہ واپس آ کر اپنا حق شفعہ لے سکتا ہے۔

(4) کیا محض پڑوسی اور ہمسایہ ہونے کی بنا پر شفعہ کا حق مل سکتا ہے؟

حضرت علیؓ، حضرت عمرؓ، عثمانؓ، سعید بن المسیب، سلیمان بن یسار، عمر بن عبدالعزیز، ربیعہ، مالک، احمد، شافعی، اسحاق بن راہویہ، عبیداللہ بن الحسن رحمہم اللہ اور امامیہ کے نزدیک شفعہ صرف شریک کے لیے ہے جوار اور ہمسائیگی کے لئے نہیں (سبل السلام ۳ / ۸۰) دلیل حدیث مذکور (قضى النبى ﷺ بالشفعة فيما لم يقسم) نیز مسلم کی (قضى النبى ﷺ فى كل شركة لم تقسم) ''نبی ﷺ نے ہر اس شراکت میں شفعہ کا فیصلہ دیا جو تقسیم نہ ہوئی ہو'' اور ہمسایہ یا مجاورت میں شرکت نہیں لہٰذا اس میں کوئی شفعہ کا حق نہیں۔

دوسرا قول: ابوحنیفہ، سفیان الثوری، ابن ابی لیلیٰ ابن سیرین نے ہمسایہ کے لیے محض ہمسائیگی کی بنا پر شفعہ کا حق دیا ہے انہوں نے درج ذیل دلائل سے استدلال کیا ہے:

۱۔ حدیث (الجار أحق بصقبه) ''ہمسایہ قریبی ہونے کی وجہ سے زیادہ حقدار ہے'' (بخاری كتاب الحيل، مسنداحمد ٦ / ٢٩٠) لیکن اس استدلال پر قول اول والوں نے یہ جواب دیا ہے کہ یہاں یہ کہنا مقصود ہے کہ ہمسایہ قرب ومجاورت کی بدولت عام مسلمانوں سے خیرخواہی، بھلائی اور معاونت کا زیادہ استحقاق رکھتا ہے جب یہ ہمسایہ شریک لوگوں میں نہ ہو تو شفعہ میں اس کے مستحق ہونے کی اس حدیث میں صراحت نہیں ہے۔

۲۔ حضرت رافع نے حضرت سعد بن ابی وقاص سے کہا ''میرا جو مکان تیری حویلی کے اندر ہیں تو انہیں خرید لے! سعد نے کہا اللہ کی قسم میں تو اس کو نہیں خریدونگا، حضرت مسور بن مخرمہ نے سعدؓ سے کہا اللہ کی قسم تمہیں وہ خریدنا ہوگا۔ سعد بولا تو میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اسے چار ہزار سے زیادہ قیمت پر نہیں خریدونگا یا اس کی رقم قسطوار دونگا ابورافع بولا مجھے پانچ صد دینار مل رہے ہیں۔ اگر میں نے اللہ کے رسول ﷺ کی یہ حدیث نہ سنی ہوتی (الجار احق بصقبه) ''ہمسایہ قرب ومجاورت کی وجہ سے زیادہ استحقاق رکھتا ہے'' تو میں تمہیں چار ہزار میں بھی نہ دیتا۔ (صحیح البخاری مع الفتح ٤ / ٤٣٧ ـ باب عرض الشفعة على صاحبها قبل البيع)

حضرت ابورافع حضرت سعد کے شریک نہیں تھے بلکہ صرف ہمسایہ تھا اس لئے سعد کے مکانوں کے اندر ان کے دو مکان تھے اور شرکت بنا پر کوئی شفعہ نہیں سوائے ہمسایہ ہونے کے۔ لیکن اس استدلال کا فریق اول نے یہ جواب دیا ہے کہ اس قصے